کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

البتہ مولانا آزاد کی تحریر کا ایک مزاج ہے۔ مولانا جس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں اس موضوع کے دائرہ کی سخت پابندی کرتے ہیں 'اگر اصول و اساس کی بحث ہے تو اس میں فروع و جزئیات کی گفتگو نہیں ہوگی۔

ڈاکٹر رضی الدین نے 'نقدِ ابوالکلام' میں مولانا آزاد اور سرسید خاں مرحوم کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے مولانا آزاد کو انتہاپسند اور سرسید کو حقیقت پسند کہا اور وحدتِ دین کے مسئلہ میں مولانا آزاد کو انتہا پسند اور سرسید کو حقیقت پسند کہا ہے۔ اور وحدت دین کے مسئلہ میں مولانا آزاد کی اسی انتہاپسندی نے غلط فہمیوں کو راہ دی ہے۔ (۵۲) صفحات کی بحث میں اصول کی وحدت پر اس قدر شدت کے ساتھ زور دیا گیا ہے کہ اگر قاری اس بحث کو پڑھ کر کتاب رکھ دے اور ترجمان کے دوسرے مباحث اس کے ذہن میں نہ ہوں تو وہ غلط تاثر لے کر ہٹے گا...... لیکن اہل علم کی ذمہ داری ایک عام قاری سے زیادہ ہے 'اسے ترجمان کے مکمل مطالعہ کے بعد رائے قائم کرنی چاہئے۔

مولانا آزاد پر یہ الزام تھا کہ مولانا ہندوؤں کے ساتھ رواداری کے جذبہ میں (بقول ان کے) اسلام اور کفر کے درمیان وحدت کی باتیں کرتے ہیں۔ حالانکہ اسی جلد اول میں جس میں وحدتِ دین کی بحث ہے 'مولانا رواداری اور مداہنت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

رواداری یقیناً ایک خوبی کی بات ہے لیکن ساتھ ہی عقیدہ کی مضبوطی 'رائے کی پختگی اور استقامت فکر کی خوبیوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

پس یہاں حدبندی کا کوئی نہ کوئی خط ضرور ہونا چاہئے جو ان تمام خوبیوں کو اپنی اپنی جگہ رکھے۔ اخلاق کے تمام احکام انہیں حدبندیوں کے خطوط سے بنتے اور ابھرتے ہیں جوں ہی یہ ملنے لگتے ہیں 'اخلاق کی پوری دیوار ہل جاتی ہے (ترجمان جلد اول ۱۷۸) بے اعتدال اور انتہاپسند مخالفین نے اس مظلوم انسان پر کیا کیا ظلم ڈھائے اور اس نے اپنی اعلیٰ ظرفی اور سیادت نسبی کا کتنا شاندار مظاہرہ کیا...... یہ تاریخ کا ایک عبرتناک باب ہے۔

تکمیل شریعت کا اثبات

مولانا آزاد نے ترجمان القرآن میں مختلف موقعوں پر شریعت اسلامیہ کی تکمیل کا اثبات پوری شدت و عظمت کے ساتھ کیا ہے۔

ایک جگہ تقلید جامد کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(باقی ص ۳۸ پر)

توضیح وتنقیح

مرویاتِ خطیب بغدادیؒ اورسیرتِ امام ابوحنیفہؒ

نصرت علی اثیر

'سیرت عبداللہ بن مبارکؒ' پر محترم نصرت علی اثیر کا ایک وقیع تحقیقی مقالہ گزشتہ سال کے دوران 'حکمتِ قرآن' میں بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے۔ علمِ فقہ میں حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کے مقام و مرتبے کا ذکر کرتے ہوئے محترم مقالہ نگار نے خطیب بغدادیؒ کی بعض ایسی روایات بھی اپنے مقالے میں درج کی ہیں جن سے یہ تأثر ملتا ہے کہ حضرت ابن مبارکؒ آخری ایّام میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے مروی علوم اور آپ کی شخصیت سے بدظن ہو گئے تھے۔ ہمارے بعض قارئین کو فطری طور پر اس سے اشکال پیدا ہوا جس پر محترم نصرت علی اثیر صاحب نے یہ وضاحتی مقالہ تحریر فرمایا ہے جو ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی ابوبکر خطیب البغدادی (۳۹۱ھ ۴۶۳ھ) تاریخ اسلام میں علم و ادب کے حوالہ سے ایک کثیر التصانیف شخصیت مانے جاتے ہیں۔ آپ نے تاریخ، حدیث اور فقہ کے علوم میں چھپن اور ایک دوسری روایت کے مطابق ایک سو کتب تصنیف کیں۔ جن میں "تاریخ بغداد" کو علم و تحقیق کی دنیا میں بڑی شہرت حاصل ہے، یہ کتاب چودہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ مصر سے ۱۳۴۹ھ میں اس کی اشاعت شروع ہوئی۔ کتاب میں شہر بغداد کی ۴۶۳ھ تک کی علمی، معاشرتی اور سیاسی تاریخ بڑے عمدہ اور معیاری طریقے سے محفوظ کر دی گئی ہے، طرز بیان کے لحاظ سے اسے مسلمان مؤرخین کی تصانیف میں بڑا اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ الفاظ بقدر معانی استعمال کئے گئے ہیں۔ عبارات آرائی اور مدح سرائی سے ہٹ کر علماء کے تذکرے جرح و تعدیل میں بے لاگ ہیں۔ جملہ روایات محدثانہ ہیں۔ اس کو اپنی ترتیب کے لحاظ سے تاریخ رجال کا اہم تذکرہ کہا جا سکتا ہے۔ جس میں مفسرین، محدثین اور فقہاء سے لے کر شعراء، مصنفین اور اہل صنعت تک سب

کا ذکر ملتا ہے اور اس طرح ۱۲۱۸ ۷ مشاہیر رجال کے تذکروں کو اس میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ (۸۰ – ۱۵۰ھ) کا تذکرہ بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس میں دیا گیا ہے۔ تذکرہ کے آخر میں چند روایات ایسی دے دی گئی ہیں جن سے آپ کی شخصیت پر نقد و جرح کے بڑے ترش چھینٹے پڑتے ہیں[1]۔ حالانکہ یہ نقد نامور ائمہ رجال میں سے کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ امام ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ"[2] میں امام اعظم کے حالات و مناقب بیان کئے ہیں لیکن جرح کی کسی روایت کو قبول نہیں کیا بلکہ ان کی جلالتِ شان کے پیش نظر یہ لکھ دیا کہ اس تذکرہ سے ہٹ کر امام اعظم کے مناقب میں ایک کتاب جداگانہ لکھ دی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تہذیب التہذیب"[3] میں حالات و مناقب لکھنے کے بعد اس دعا سے ختم کلام کیا "مَنَاقِبُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ کَثِیْرَۃٌ جِدًّا فَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ اَسْکَنَہُ الْفِرْدَوْس۔ آمین۔" اسی طرح آپ نے "تقریب التہذیب" میں بھی کسی جرح و نقد کو ذکر نہیں کیا۔ حافظ صفی الدین خزرجی نے "خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال"[4] میں امام صاحب کو "اِمَامُ الْعِرَاقِ وَ فَقِیْہُ الْاُمَّۃ" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ یہ وضاحت بڑی قابل قدر ہوگی کہ "خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال" چار کتابوں کے مطالب پر مشتمل ہے جن میں خود امام خزرجی کا خلاصہ، تذہیب للامام ذہبی، تہذیب الکمال از امام ابوالحجاج المزّی، اور الکمال فی اسماء الرجال از امام عبدالغنی نابلسی شامل ہیں۔ اس طرح یہ مسلک جرح و تعدیل کے چار اماموں کا متفقہ مسلک کہا جا سکتا ہے۔ "کتاب الکمال فی اسماء الرجال" از عبدالغنی نابلسی کو نقد رجال میں اہم تصنیف کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب کے خطبے میں لکھا ہے:[6]

"کتاب الکمال فی اسماء الرجال ... من اجل المصنفات فی معرفة حملة الاثار وضعًا و اعظم المؤلفات فی بصائر ذوی الالباب وقعًا۔

اور خطبے کے آخر میں مؤلف الکمال کی بابت لکھا ہے۔

"ھو واللّٰہ لعدیم النظیر المطلع النحریر۔"

امام نوویؒ نے "تہذیب الاسماء واللغات" میں امام صاحب کے مناقب میں سات صفحے رقم کئے ہیں۔ جن کا اکثر حصہ تاریخ خطیب بغدادی سے لیا گیا ہے صرف مناقب کو لیا ہے اور نقد و جرح کو ترک کر دیا ہے؎۔ "مرآۃ الجنان" میں امام یافعی شافعی نے خطیب بغدادی کی تاریخ سے امام صاحب کے صرف مناقب لئے ہیں اور نقد و جرح کو بالکل قبول نہیں کیا؎۔ فقیہ ابن الحماد الحنبلی نے بھی اپنی کتاب میں صرف حالات و مناقب لکھے ہیں کسی قسم کی کوئی جرح نقل نہیں کی؎۔ مذکورہ بالا جملہ ائمہ کا یہ رویہ اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ تاریخ بغدادی میں دی جانے والی نقد و جرح کی جملہ روایات موضوع اور متروک تھیں۔ اور اس کی شہادت خود خطیب بغدادی کی اس عبارت سے ملتی ہے جو انہوں نے امام صاحب کے تذکرہ میں نقد و جرح کی روایات نقل کرنے سے پہلے لکھی ہے۔

"والمحفوظ عند نقلة الحديث عن الائمة المتقدمين و هؤلاء المذكورين منهم في ابي حنيفه خلاف ذلك و كلامهم فيه كثير لامور شنيعه۔ حفظت عليه يتعلق بعضها باصول الديانات، وبعضها بالفروع، نحن ذاكروها بمشية الله ومعتذرون على من وقف عليها وكره سماعها، بان اباحنيفه عندنا مع جلالته قدره اسوة غيره من العلماء الذين دوّنا ذكرهم في هذا الكتاب، واوردنا اخبارهم، وحكينا اقوال الناس فيهم على تباينها والله الموفق للصواب۔"

یعنی ناقلانِ حدیث کے یہاں ائمہ مذکورین کے ایسے اقوال بھی ابو حنیفہ کے متعلق محفوظ ہیں جو بیان بالا کے خلاف ہیں، اور انہوں نے ان کی بابت کلام بہت کیا ہے۔ اس کلام کے باعث وہ امور شنیعہ ہیں جو ان کے متعلق محفوظ ہیں۔ ان میں بعض تو اصول دین کے متعلق ہیں اور بعض فروع کے متعلق ہم انشاء اللہ ان کا ذکر کریں گے جو لوگ اس کو سنکر ناپسند کریں ان سے ہم معذرت کرتے ہیں کہ ہم ابو حنیفہ کی جلالت قدر کے قائل ہیں۔ تاہم انکو اس بارہ میں دوسرے علماء کی طرح سمجھتے ہیں کہ ان کے خلاف جو باتیں بیان

کی گئی ہیں، ان کو بھی ہم بیان کردیں جیسا کہ ہم نے دوسرے علماء کے ذکر میں کہا ہے۔"

مندرجہ بالا تمہیدی بیان میں خطیب بغدادی نے جن امور شنیعہ کا اشارہ کیا ہے وہ عقائد کے حوالہ سے حسب ذیل اقوال ہیں۔

۱۔ یہودی، مشرک، زندیق، دہری، صاحب ہوا کو ان کے کفر سے دوبارہ توبہ کروائی گئی۔

۲۔ مرجیہ، جہمی، خلق قرآن کے قائل اور اصحاب ابوحنیفہ کا شبہ بالنصاری ہونا۔

فروع کے حوالہ سے حسب ذیل اقوال آپ سے منسوب کئے گئے ہیں۔

۱۔ خروج علی السلطان (۲) تقیہ کرنا، (۳) زنا کا حلال کرنا

۴۔ خونریزی حلال کرنا، (۵) سُنن کی کساد بازاری کی وغیرہ وغیرہ

مندرجہ بالا جرحیں سب کی سب غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں ان کے راویوں کی عدالت کی توثیق خطیب نے کہیں نہیں کی۔ اور تمام نامور ائمہ رجال کی کتب میں ان راویوں کی عدالت و ثقاہت کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ زیادہ مجہول الحال اور متعصب الوجود ہیں۔

امام صاحب کے حوالہ سے جن عقائد کی مذمت کی گئی ہے، وہ کسی نامور امام رجال نے تسلیم نہیں کئے خود خطیب بغدادی ان کے تسلیم کرنے سے گریزاں ہیں۔ بلکہ جرحیں نقل کرتے وقت آپ کی تعدیل کا بھی کہیں کہیں ذکر کر جاتے ہیں مثلاً خلق قرآن کے عقیدہ کی روایت بیان کرنے کے بعد امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"لم يصح عندنا ان اباحنيفه كان يقول القرآن مخلوق"

اس کے بعد ابوسلیمان جوزجانی اور معلی بن منصور کا قول نقل کردیا کہ:

"ما تكلم ابوحنيفه ولا ابويوسف ولا زفر ولا محمد ولا احد من اصحابهم في القرآن وانما تكلم في القرآن بشر المريسي وابن ابي داؤد فهؤلاء شانوا اصحاب ابي حنيفه"

اسی کے ساتھ پھر خطیب بغدادی نے خود امام صاحب کا ایک قول نقل کردیا

کہ ایک بار عبداللہ بن مبارکؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس گئے اور آپ نے پوچھا کہ تم لوگوں میں یہ کیا چرچا ہو رہا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ایک شخص جہم نامی کا چرچا ہے تو پوچھا کیا کہتا ہے تو حضرت عبداللہ بن مبارک نے جواب دیا کہ وہ کہتا ہے "القرآن مخلوق" تو آپ نے سن کر یہ آیت پڑھی۔

"كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا" [۱۱]

اسی طرح جنت اور نار کے غیر موجود ہونے کے بارے آپ پر جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ خود راوی ابو مطیع اس کا قائل تھا اور حضرت امام ابوحنیفہ اس عقیدہ کے قائل نہ تھے [۱۲] امام احمد بن حنبل کی طرف سے جو جرح امام صاحب کے کذاب ہونے کی منسوب ہے اس کو نقل کرنے کے بعد یحییٰ بن معین کا قول نقل کر دیا جس میں آپ سے پوچھا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں۔ تو آپ نے دو بار ثقہ ثقہ کہا۔ اور دوسرا قول نقل کیا کہ آپ ثقہ تھے اور صرف وہی حدیث روایت کرتے تھے جو ان کو بخوبی یاد ہوتی اور جو بخوبی یاد نہ ہوتی اس کو بالکل روایت نہ کرتے تھے [۱۳]

ان مقامات کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ خطیب بغدادی نے یہ اقوال نقل کر کے اپنا مورخانہ فرض ادا کرنے کی کوشش کی ہے جب کہ وہ خود ان کے قائل نہ تھے اور نہ ہی انہیں ان راویوں کی ثقاہت پر یقین تھا۔

اصول حدیث کی مستند کتابوں سے اگر اس نقد و جرح کو دیکھیں تو اس کا بڑا شافی و کافی جواب مل جاتا ہے۔ "کتاب المغنی" میں شیخ طاہر پٹنی حنفی نے مشہور محدث ابن الاثیر جزری شافعی کی ایک عبارت ان کی کتاب جامع الاصول سے نقل کی ہے۔ جس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

> "امام ابوحنیفہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کیے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے۔ وہ اقوال خلق قرآن، قدر، ارجاء، وغیرہ ہیں۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کے منسوب کرنے والوں کے نام لیں، یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کا دامن ان سے پاک تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت کا دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی اور جس نے

روئے زمین کو ڈھک لیا اور ان کے مذہب و فقہ کو قبول عام ان کی
پاکدامنی کی دلیل ہے۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا سرّ خفی نہ ہوتا۔ نصف
یا اس کے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے تلے نہ ہوتا۔ یہاں تک
کہ ہمارے زمانے تک ساڑھے نو سو برس ہو گئے ہیں۔ اور ان کی فقہ کے مطابق عبادت ہو رہی ہے۔ اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے جو اس کی صحت کی اوّل درجے کی دلیل ہے۔ اور امام ابوجعفر طحاوی نے کتاب ''عقیدہ ابوحنیفہ'' لکھی ہے جو اہل سنت کے عقائد کی مظہر ہے۔ اور ان عقائد میں کوئی ایسا عقیدہ موجود نہیں جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں۔ اور امام طحاوی نے ان عقائد کے غلط طور پر منسوب کرنے کی وجوہات کا ذکر کر دیا ہے۔''[۱۴]

خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''الکفایہ فی علم الروایہ'' میں جرح کے قاعدہ کے تحت امام مالک بن انس اور سفیان ثوری سے شروع کر کے یحییٰ بن معین تک ایک طبقہ قائم کیا ہے اور اسکے بعد لکھا کہ جو اصحاب بلندی ذکر، استقامت حال، صداقت کی شہرت اور بصیرت و فہم میں اصحاب بالا کی مثل ہوں، ان کی عدالت کی بابت سوال نہیں کیا جا سکتا۔''

اس قول کے ثبوت میں انہوں نے ایک روایت ذکر کی کہ امام احمد بن حنبل سے اسحٰق بن راہویہ کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسحٰق بن راہویہ کی شان کے آدمی کی بابت کوئی سوال کرے۔ غرض اسی طرح کے خطیب نے کئی اقوال یحییٰ بن معین، امام بخاری اور امام مسلم کے حوالہ سے نقل کئے ہیں۔ اس قاعدہ کی رو سے اگر دیکھیں تو یہ بڑا واضح امر ہے کہ اسحٰق بن راہویہ کی شان اگر سوال کی متحمل نہیں تو حضرت امام ابوحنیفہ کی جلالت تو کہیں زیادہ متقاضی ہے۔

طبقات الشافعیہ میں حضرت شیخ سُبکی نے جرح و تعدیل کا ایک اصول طے کیا ہے۔ اور لکھتے ہیں:-

''ہمارے نزدیک قول صواب یہ ہے کہ جس کی امامت و عدالت ثابت ہو
اور جس کی تعدیل و تزکیہ کرنے والے بہت ہوں اور جرح کرنے والے

شاذ ہوں نیز اس بات کا قرینہ ہو کہ سبب جرح تعصب مذہبی کی وجہ سے ہے تو ہم جرح کی طرف التفات نہیں کریں گے۔ اور تعدیل کو مان لیں گے۔ کیونکہ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے جس میں جرح کو تعدیل پر مقدم مان لیں تو کوئی امام اس کی زد سے بچ نہیں سکے گا۔ کیونکہ کوئی امام ایسا نہیں جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو۔"

اسی طرح ابن عبدالبر کا قول صائب ہے کہ جس شخص کی عدالت امامت اور علم کی جانب توجہ ثابت ہو اس کے متعلق کسی نقد یہ قول کی طرف التفات نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم اس صورت میں جب جرحِ عادلانہ جرح شہادت کے قاعدوں پر پوری ہو تو اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ سلف میں بعض کا کلام بعض پر رہا ہے۔ بعض حالتوں میں وہ کلام تعصب یا حسد پر مبنی ہے اور بعض صورتوں میں تاویل و اختلاف و اجتہاد اس کا باعث ہوا ہے۔ حالانکہ جس کی نسبت کلام کیا جاتا ہے وہ اس سے پاک ہوتا ہے۔"

مذکورہ بالا اصول کی تائید شیخ الاسلام تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب "الاقتراح" امام نووی نے اپنے رسالۂ اصول حدیث "التقریب" اور حافظ ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں کی ہے۔ اور اسی عظمت کے پیش نظر خطیب بغدادی کی امام صاحب کے نقد میں دی جانیوالی جملہ روایات کو مسترد اور متروک و غیر مقبول قرار دیا ہے۔ اور کسی نے بھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے' اپنی کتاب میں اس جرح کو قبول نہیں کیا۔ علامہ زاہد الکوثری نے خطیب بغدادی اکی جرح کے جواب میں پوری کتاب "تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ من الاکاذیب" اور ایک رسالہ جو اس کے نقد کے جواب میں "الترحیب بنقد التانیب" کے نام سے لکھا ہے۔ اور ہر روایت پر اسکی سند اور مضمون سے سیر حاصل بحث کر کے رد کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک رسالہ عیسیٰ بن ابوب سے اس سلسلہ میں بعنوان "السہم المصیب فی الرد علی الخطیب" منقول ہے جس کے تاہنوز چھپنے کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ عمر رضا کحالہ نے اس کا تذکرہ اپنی مشہور